از دفتر امامیہ مشن - حسین آباد - لکھنؤ

امامیہ مشن لکھنؤ کا تیسرا تبلیغی رسالہ

حی علی خیر العمل

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ - لکھنؤ

(قیمت ایک آنہ)

امامیہ مشن لکھنؤ کی تیسری دینی خدمت

بیادگار ولادت حضرت امام الائمہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام

اس سے قبل دو رسالے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" جس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے اور "تحریف قرآن کی حقیقت" شائع کئے جا چکے ہیں اور اب یہ تیسرا رسالہ جو کہ حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ کے چند بیش بہا مضامین پر مشتمل ہے ۱۳ رجب کی مبارک و مسعود تاریخ یعنی روز ولادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی مناسبت سے شائع کرتے ہیں۔

ہمکو توی امید ہے کہ شیعیان امیر المومنینؑ اس رسالہ کی زائد سے زائد تعداد خرید کر کے غیر اقوام میں مفت تقسیم فرما دیں گے اور تبلیغ کے اس اہم فریضہ کو جو ہر ہر فرد مومن پر واجب ہے پورا کر کے عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہونگے۔

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ

تبرکاً ۱۹۶۲ء

مولود کعبہ کی عظمتؑ

ایک عیسائی مورخ کی نظر میں

قصیدۂ علویہ کے چند اقتباسات

مولود کعبہ علی بن ابی طالبؑ کی عظیم الشان شخصیت کو اسلامی نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اعتقادی حیثیت کا رنگ چڑھ جانے کا شبہہ ہو سکتا ہے، اسلام کے روح روان اور رسول عربیؐ کے ساتھ شریک ہو کر شریعت حقہ کے موسس ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے دلوں میں جو کچھ بھی عقیدت ہو وہ کم ہے لیکن اگر غیر جانبدارانہ خیالات کی روشنی میں اس عظیم الشان ہستی پر نظر کرنا ہو تو مخالفین اسلام یا امیر المومنینؑ

(۱) "سرفراز لکھنؤ۔ رجب ۱۳۴۷ھ"

کے اُن سخت ترین دشمنون کے کلمات پر نظر ڈالو جو اُنکی عداوت کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہین، اور اس سلسلہ مین ہم قارئین کرام کے ساتھہ ایک عیسائی مورخ کے خیالات کا تعارف کرانا چاہتے ہین۔

عبدالمسیح انطاکی اُن مشہور عیسائی ارباب قلم مین سے ہے جسکا نام عربی صحافت کے قدرشناسون مین تعارف کا محتاج نہین۔ یہ شخص ملک شام کے قدیم شہر حلب کا باشندہ تھا ابتدائی نشو ونما اپنے شہر مین پائی اور ملت عربیہ کی خدمت اُسی زمانہ سے اپنا فریضہ رکھا ۱۸۹۶ء مین حلب سے ایک عربی رسالہ "شذور" ماہوار نکالنا شروع کیا جو دو برس جاری رہکر حکومت کی نظر توجہ کا مستحق ہوا اور بند کردیا گیا۔ قومی خدمت کے شوق نے وطن مین رہنے نہ دیا اور آخر مصر کے ایسے علمی و ادبی مرکز کی طرف منتقل ہونا پڑا اور وہان سے ایک عربی اخبار "شہباء" جاری کیا جس کا نام کچھ زمانہ کے بعد "العمران" ہوگیا۔ جریدۂ العمران کسی زمانہ مین مصر کے مشہور ترین اخبارات سے تھا۔

عیسائی ہونے کے باوجود ابتدائے عمر سے اس شخص کو اسلامی تاریخ کے مطالعہ کا ذوق تھا اور ۱۹۰۷ء مین تمام ممالک اسلامیہ کا دورہ کرکے کافی معلومات بہم پہونچائے اور اپنی تمام عمر ملک عرب کی خدمت اور قومی روایات کے ہردلعزیز بنانے مین صرف کی اور زیادہ زمانہ نہین گزرا ہے کہ داعی

اجل کو لبیک کہا۔

قصیدۂ علویہ عبدالمسیح انطاکی کے اُن زرین کارنامون مین سے
ہے جن پر دنیائے تصنیف ایک مدت تک فخر کرنے کا حق رکھتی ہے۔ امیرالمومنینؑ
کی مفصل و مبسوط سیرت، حقائق اسلام پر تبصرہ، خلافت و حکومت پر غیر
جانبدارانہ خیالات کا اظہار، بعثت رسولؐ کے قبل عرب کے اخلاق و عادات،
رسالتمآبؐ کی سچی تعلیم کے اثرات، اسلامی تاریخ کے اہم نکات پر منصفانہ
بحث ان تمام مطالب کو [illegible] صفحہ کی کتاب مین اس عنوان کے ساتھ
جمع کیا گیا ہے جس کی نظیر اس کے قبل ملنا دشوار ہے۔ یقیناً امیرالمومنینؑ
کی سیرت مین کسی مسلمان نے ابھی تک اس گرانقدر فرض کو انجام نہیں دیا تھا
جس طرح ایک عیسائی نے اس فرض کو ادا کیا ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ادبی
حیثیت سے اس کو علمی سائنس کا ایک حیرت انگیز کرشمہ سمجھنا چاہیے۔ اتنی
مبسوط کتاب جس مین تمام واقعات و حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے ایک
قصیدہ کے ضمن مین اس طرح نظم کر کے شروع سے آخر تک ایک ہی ردیف
و قافیہ باقی رہے یقیناً ادبی دنیا کا پہلا نمونہ ہے
یہ قصیدہ پانچ ہزار پانچ سو پچانوے (۵۵۹۵) اشعار پر مشتمل ہے جس مین
تکلف و تصنع کا نام نہیں اور [illegible] عربی زبان کا [illegible] ہے۔

سے ۱۹۱۹ء تک دو برس کے عرصہ مین اس کی تصنیف ہوئی ہے اور ۱۹۲۰ء مین مطبع رعمسیس (فجالہ) مصر مین طبع ہو کر شایع ہوا ہے۔

تیرہ رجب کی صبح کا دلکش منظر اور خانۂ کعبہ مین امیر المومنین ع کی ولادت ایسا واقعہ نہین جو تاریخ کے صفحات پر نمایان نہو یا کسی تعصب آمیز جد وجہد سے مخفی و پنہان کیا جا سکے کتب سیر و تواریخ یک زبان و متفق ہو کر اس کے شاہد ہین اور اسلامی کتابین امانت داری کے ساتھ اس کو ہمیشہ ارباب اطلاع تک پہونچاتی رہنے کی ضامن ہین۔ قصیدۂ علویہ کا عیسائی مصنف کس دلچسپ پیرایہ مین اس ایمان پرور واقعہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

فی رحبۃ الکعبۃ الزھراقد ابتلقت   انوار طفل وضاءت فی مغانیھا

کعبۂ معظمہ کی فضا مین ایک نومولود بچہ کے چہرہ کی چھوٹ پھیل گئی ہے اور اُس کے در و دیوار کو روشن بنا دیا ہے۔

قالوا ابن من فاجیبوا انہ ولد   من نسل ھاشم من اسمی ذراریھا

لوگ پوچھتے ہین کہ یہ کس کا فرزند ہے؟ بتلا دو کہ یہ بنی ہاشم کے خاندان کی بلند ترین نسل کا مبارک فرزند ہے۔

ھنوا اباطالب الجواد والدہ   والام فاطمۃ ھیوا اھنیتیھا

سخی "ابوطالب" کو اس فرزند کی تہنیت پیش کرو اور چلو چلکر اُس کی مان

فاطمہ بنت اسد کو بھی مبارکباد دیں۔

ان الرضیع الذی شام الضیاء ببیت اللہ عزتہ لا عز یحکیہا۔

وہ شیر خوار بچہ جس نے پہلی ہی بار بیت اللہ کو اپنے نور سے جگمگا دیا اُسکی عزو رفعت کا کوئی عزت مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اما الولید فلاقی الارض مبتسما فما رغا رھبا ما کان خاشیہا

بچہ زمین پر مسکراتا ہوا پیدا ہوا اور کسی خوف وخطر نہ ہونے کے سبب ایک مرتبہ بھی رونے کی آواز بلند نہ ہوئی۔

الی النساء التی حولیہ قد نظرت عیناہ نظرۃ مستجل خوافیہا

وہ عورتیں جو اسکے گرد جمع تھیں ان پر ایسا تجسانہ نظر ڈالی جیسے کوئی باطنی اسرار کو دریافت کرنا چاہتا ہے۔

ھن عجبن بالمولود شمن بہ شبلا ببنیتہ سبحان بانیھا

ادھر وہ سب کی سب اس نومولود کی جسمانی بناوٹ میں محو ہو گئی تھیں جس میں انکو شیر کی شکل نظر آرہی تھی پاک ہے وہ ذات جس نے اس جسم کی صورت گری کی ہے

وقلن فاطم قد جاءت بحیدرۃ یذب عن قومھا العدوی یحمیہا

سب ایک مرتبہ بول اٹھیں کہ فاطمہ بنت اسد کے یہاں تو (حیدر) شیر پیدا ہوا ہے، یہ یقیناً اپنی قوم سے تمام ظلم وستم کو دور کرکے انکی حمایت و تائید کرنیوالا ہے

فراق فاطمة والطفل بين يديه   يقول سمعتها من جوار يديها

واستبشرت ثم قالت والدي اسد   فباسم صرت اسميه بجا فيها

فاطمہ بنت اسد کو انکی بات پسند آئی اور خوش ہو کر کہنے لگیں کہ میرے باپ
کا نام بھی تو اسد تھا پھر میں بھی اس بچہ کا نام اسد ہی رکھونگی۔

ثم ابو طالب وافی حلیلته   وطفلها وانثنی صفوا الیها

تھوڑی دیر میں ابو طالب آگئے اور اپنی زوجہ اور فرزند کے قریب آکر نہایت
شیرین گفتاری کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔

وهمّ بالطفل یستجلی مآثره اذ   زهرا فی نفی المعالی کونت فیها

اور بچہ کی طرف غور سے اس کے محاسن فطرت کے روشن پہلوؤں پر نگاہ
ڈالنے لگے تو دیکھا کہ اس میں بلندی رفعت کے آثار سپید آسمانوں سے
قرار دیئے گئے ہیں۔

وقالت الام یا بشری بحیدرة   لتبشروا باطالب وانبیت اسدیها

ماں نے کہا کہ تم کو حیدرؓ کی ولادت مبارک ہو اور اے ابو طالب میں تم کو اس
کی بشارت دیتی ہوں۔

اجابها بل علیّ نعم لاسد   بالعلا ذروة العلیا وراقیها

ابو طالب نے جواب دیا کہ نہیں نہیں بلکہ اس کا نام علی ہے کیونکہ میں اسکو بلندی
رفعت کے اعلی درجہ پر پہونچا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

الله اکبر من تلک الفراسة بان ٭ مولود والوالد المفضال رائیها

سبحان اللہ! یہ فراست اور عاقبت اندیشی جس کو بزرگ مرتبہ باپ اپنے نومولود فرزند سے مشاہدہ کر رہا تھا۔

قد حققتها اللیالی بالولید فنا ٭ مسمّی بین اهل العلی والمجد ثانیها

کچھ ہی دن کے بعد زمانہ نے اس فراست اور ابوطالب کے خیال کو سچ کر دکھایا اور یہ بچہ تمام ارباب رفعت و شرف میں سب سے بلند درجہ پر نظر آیا۔

یہ تھا ایک عیسائی کا کلام اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین کی خانۂ کعبہ میں ولادت کا تذکرہ اس حد تک مشہور ہو چکا ہے کہ غیر مذہب صاحب قلم بھی اس کے اقرار پر مجبور رہے۔

ایک موقع پر امیر المومنین کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل مصنف کہتا ہے

فضائل المرتضیٰ کالشهب زاهرة ٭ وکل ذی بصر فی الناس رائیها

علی مرتضیٰ کے فضائل ستارہائے فلک کی طرح روشن ہیں اور ہر بابصیرت شخص ان کو مشاہدہ کرتا ہے۔

ولیس ینکرها الا المکابر او ٭ حسود والشانئ الباغی تواریها

اور کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ہٹ دھرم شخص یا وہ دشمن جو ان پر

پردہ ڈالنے کا درپے ہو۔

وھبہم انکروا الشمس الضحیٰ افیعمی الناس تاللہ عن زاھی تلالیھا

اور مان بھی لو کہ انھون نے آفتاب نیمروز کا انکار کردیا تو کیا تمام دنیا اُسکی جگمگاتی ہوئی کرنون سے اندھی ہوجائیگی۔

وھل لہم بالشمس ظافرۃ وقد افاضت سناھا کی تخفیہا

اور کیا اُنکے ہاتھ آفتاب تک پہونچ سکتے ہین کہ وہ اُسکی پھیلی ہوئی شعاعون کو اپنی ہتھیلیون سے چھپاسکین۔

(۲)

امیرالمومنین کی منقبت خوارج کی زبان سے[1]

سب سے پہلے ہم ناظرین سے اس فرقہ کا تعارف کرانا چاہتے ہین کیونکہ اسوقت عالم اسلامی کے بیشتر افراد اس مذہب کے وجود ہی سے بے خبر ہین وہ فرقہ جو جنگ صفین کے بعد تحکیم کے مسئلہ پر امیرالمومنینؑ کا مخالف ہوکر حضرت سے برسر پرخاش ہوگیا۔ اور جنگ نہروان مین حضرت کے ہاتھون قتل ہوا۔ اُس کو مورخین خوارج

"۱" سرفراز لکھنؤ رجب ۱۳۴۶ھ

حروریہ کے نام سے یاد کرتے ہین۔ اُنکے لشکر کی مجموعی تعداد اٹھارہ سو تھی جنمین سے صرف نو آدمی بھاگ کر زندہ بچے تھے اور مسلمانون مین سے صرف نو آدمی قتل ہوئے تھے۔ اُسی وقت اصحاب امیر المومنین علیہ السلام مین سے کسی نے خیال ظاہر کیا کہ اب تو یہ گروہ بالکل فنا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کلا انھم قوم فی اصلاب الرجال وارحام النساء ما قطع منھم قرن الا نجم قرن

"ہرگز نہین بلکہ کتنے افراد امین کے صلب پدر اور شکم مادر کے اندر ہین، اُن مین کی ایک شاخ قطع نہو گی کہ دوسری ظاہر ہو جائے گی"۔

سچ کہا تھا امیر المومنین علیہ السلام نے۔ تاریخ شاہد ہے کہ خوارج کا وجود ہر زمانہ مین باقی رہا اور اب تک دنیا مین اس فرقہ کا وجود ہے۔

اموی سلاطین کا زمانہ جس مین مخالفت اہل بیت کا طوفان پوری قوت پر تھا اُس مین اس فرقہ کو بھی نشو و نما کرنے کا اچھا موقع ملا اور عبد الملک بن مروان و عبد اللہ بن زبیر کے عہد مین انکی طاقت و قوت نے ایک اجتماعی مرکزیت حاصل کر لی اگرچہ کہ یہ گروہ حضرت عثمان کو بھی کافر و مشرک خیال کرتا ہے۔ لہذا حکام وقت کو اس سے برسر پیکار رہنا پڑا اور حجاج بن یوسف ثقفی و مہلب بن صفرہ اور مصعب بن زبیر نے اپنے اپنے دور حکومت مین انکی سرکوبی کی۔

دوسری صدی ہجری میں عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں جامع مسجد بصرہ کے اندر ایک مختصر گروہ نے جمع ہو کر خروج کا قصد کیا اور خارجی عقائد کی اشاعت پر کمر باندھی۔ انمیں سرگروہ تین شخص تھے نافع بن ازرق اور عبداللہ بن صفار اور عبداللہ بن اباض، یہ تینوں خوارج کے راس و رئیس اور روح روان اور ان کے تمام فرقوں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ چنانچہ خوارج کے مختلف فرقہ انہی کی طرف منسوب ہو گئے ازرقیہ نافع بن ازرق کی طرف اور صفریہ عبداللہ بن صفار کی طرف اور اباضیہ عبداللہ بن اباض کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے۔ اور اسوقت خوارج کا جو فرقہ زیادہ تعداد میں موجود ہے وہ اباضیہ ہے جن کا سلسلہ نسب عبداللہ بن اباض تک پہونچتا ہے اور اسی فرقہ کو بعض تاریخوں میں وہبیہ کے نام سے لکھا گیا ہے اس لیے کہ خوارج مروان کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا۔

فی زماننا فرقہ خوارج کا اصلی مرکز عمان و مسقط ہے اور انکے اطراف میں بہت دور تک خصوصاً ساحلی مقامات پر انکے افراد پھیلے ہوئے ہیں اور بلاد مغرب میں نفوسا ایک مقام ہے اور دوسرا جربا ہے دونوں جگہ کے لوگ اسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور یہاں کافی تعداد میں یہ لوگ موجود ہیں اسی طرح جبل مصعب میں انکی معتد بہ جماعت قیام رکھے ہوئے ہے۔

عمان و مسقط مین ایک زمانہ تو وہ تھا جب سوائے اباضیہ کے کوئی اور فرقہ موجود ہی نہین تھا مگر بارہوین صدی ہجری کے دوران مین سنی اور شیعہ افراد کی بھی کافی تعداد یہان پیدا ہوگئی جنمین سے بعض نے دوسرے مقامات سے آکر سکونت اختیار کی تھی اور اکثر لوگ خود فرقہ اباضیہ مین سے تحقیق کی روشنی مین حق کو دیکھکر اس کی طرف مائل ہوئے اور اباضیت سے کنارہ کشی کی مگر پھر بھی اس وقت عمان و مسقط میں اس گروہ کی پوری طاقت ہے۔
اس کے علاوہ جہان تک ہمین معلوم ہوا ہے ہندوستان بھی اس کے وجود سے خالی نہین اور زنگبار کے اطراف مین یہ گروہ بڑی تعداد مین موجود ہے۔

یہ گروہ اپنے مذہب کی تبلیغ سے بھی غافل نہین اور عمان و مسقط مین پوری طاقت کے ساتھ اپنے عقائد کی نشر و اشاعت مین کوشش کر رہا ہے افسوس ہے کہ اسلام کے مرکزی مقامات پر رہنے والے اس زہریلے مادے سے بالکل غافل ہین اسلیئے کہ دور ہونے کی جہت سے انکی کتابین نہین پہونچتین بلکہ عام طور پر لوگ اس فرقہ کے وجود ہی سے بے خبر ہین۔
اس وقت ہمارے سامنے اس فرقہ کے عقائد کا بڑا ذخیرہ موجود ہے انکی مبسوط کتابین جو شایع ہو چکی ہین حسب ذیل ہین۔
(۱) قاموس الشریعۃ تالیف شیخ جمیل بن خمیس بن لانی بن خلفان بن

خمیس سعدی) یہ کتاب آٹھ جلدون مین ہے اور تمام اباضی عقائد کا ذخیرہ اس مین موجود ہے۔

(۲) شمس الاصول۔ تالیف ابو محمد عبد اللہ بن حمید سالمی اباضی ۲ جلد

(۳) جوہر النظام شیخ عبد اللہ بن حمید بن سلوم سالمی

(۴) کتاب الطبقات شیخ ابو العباس احمد بن سعید۔

(۵) جواہر المنتقاۃ فی اتمام ما اخل بہ کتاب الطبقات تالیف ابو الفضل ابو القاسم بن ابراہیم برادی مگر جہان تک ہمین معلوم ہے یہ لوگ کسی محقق غیر مذہب کے ہاتھ اپنی کتاب فروخت کرنے سے انکار رکھتے ہین، وہ اپنے فرقہ کے علاوہ جس شخص کو سمجھ لیتے ہین کہ اس کے دام تزویر مین آجانے کا احتمال ہے اُس کو کتابین دیتے ہین اور یہی سب سے بڑا باعث ہے کہ افراد اہل سلام انکی عقائد سے واقف نہین ہین۔

اس گروہ کا تعصب وعناد امیر المومنین ع سے قابل بیان نہین۔ عبد الرحمن بن ملجم اس فرقہ کے ایمہ واولیاء مین سے ہے اور عمران بن حطان شیبانی جس نے ابن ملجم کی مدح مین قصیدہ کہا ہے اور اپنے اشعار مین قتل حضرت امیر ع پر اظہار شکر گذاری کیا ہے وہ اس فرقہ کا رکن رکین اور ممتاز درجہ کا شخص ہے

با این ہمہ تعصب وعداوت اس وقت مختلف مقامات خوارج کی کتابون کے ہمارے پیش نظر ہین جنمین مصنف کے قلم سے بیساختہ امیر المومنین ع کی فضیلت

نکل گئی ہے اور اس کو ہم امیرالمومنینؑ کا اعجاز اور خدا کی قدرت سمجھتے ہین کہ باوجودیکہ عالم نے متفق ہوکر آپ کی فضیلت پر پردہ ڈالنا چاہا اور خزانون کے منھ کھولدیے اس غرض کے لئے کہ علی کی منقبت ظاہر نہ ہونے پائے، انعامات مقرر تھے کہ امیرالمومنینؑ کی مذمت مین احادیث وضع کیے جائین مگر یہ وہ آفتاب فضیلت تھا جو چمکتا ہی گیا بلکہ جتبنا دشمنون کا عناد بڑھتا گیا اُتنی مناقب مین قوت پیدا ہوتی گئی اس لیے کہ اصول فطرت یہ ہے کہ عداوت وعناد اظہار فضائل سے مانع ہوتا ہے اور پھر جب کہ بددیانتی بھی شریک ہو اور جتنے قوی موانع کے باوجود فضائل کا اظہار اُنکی زبان سے ہو اتنی ہی حجت زیادہ تمام ہوگی اور قدرت خدا پر تیز روشنی پڑے گی بلکہ فضائل کی طاقت کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ قوی سے قوی مانع بھی اُسکے اظہار سے نہ روک سکا۔

اسوقت خوارج کی کتابون سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہین۔

(۱) عبداللہ بن اباض جو فرقہ اباضیہ کا مورث اعلیٰ ہے اُس نے عبدالملک بن مروان کے نام ایک خط لکھا ہے، وہ خط کتاب "جواہر المنتقاۃ" مین جو فرقہ اباضیہ کی مستند کتاب ہے نقل کیا گیا ہے۔ اُس مین لکھا ہے:

کان علی بن ابی طالب اقرب قرابتہ الی رسول اللہؐ واعظم خلۃ و اقدم ھجرۃ و اسبق اسلاما "علی بن ابیطالب تمام لوگون سے زیادہ حضرت رسولؐ سے قرابت اور سب سے زیادہ اُنسے محبت رکھنے والے اور سب سے پہلے

ہجرت کرنے والے اور اسلام مین سب سے سابق تھے"

(۲) قاموس الشریعۃ مصنفہ شیخ جمیل سعدی ا باضی ج ۳ باب ۱۱ (صفحہ ۲)

مین قرآن مجید کی جامعیت علوم و معارف اور وسعت معانی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وانظر الی ما روی عن علی بن ابی طالب انہ قال لو شئت لاوقرت حمل سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتاب فھو بالقوۃ فی معرفتہ لا بالفعل اذ لا یساعدہ الوقت واذ صح کذلک وھو صحیح اذ لا یقول کذلک الا ومعہ من تفسیرھا ما یبلغ ذلک فلا بد وان یکون فی نفسہ انہ یوقر حمل سبعین بعیرا وانہ یمکن ان یکون معانیھا ما یبلغ اکثر من ذلک ایضا فاساعدہ الوقت استطاع ان یوقر سبعین بعیرا اخریٰ

"دیکھو اس حدیث کو جو علی بن ابی طالب سے منقول ہے کہ اُنھون نے کہا کہ اگر مین چاہون تو ستر اونٹون کا بار تفسیر سورۂ حمد سے بھر دون اس کے یہ معنی ہین کہ آپ کو اُس کی معرفت اتنی حاصل ہے کہ لکھ سکتے ہین نہ یہ کہ بالفعل اُس کا لکھنا ممکن ہے کیونکہ وقت اور زمانہ اتنی گنجائش نہین رکھتا اور جبکہ یہ مطلب درست ہوگیا اور حقیقۃ درست ہی ہے اس لئے کہ علی بن ابی طالب نے ایسا نہین کہا جب تک کہ انکی نظر مین سورۂ حمد کی تفسیر مین اتنے مطالب نہ سمجھے ہون

اس حد تک پہونچ جائین۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ بجائے خود سورہ حمد مین اتنے مطالب موجود ہین کہ ستر اونٹون کا بار لکھا جا سکتا ہے اور ممکن ہے کہ اُس مین اس سے زیادہ مطالب ہون کہ اگر وقت مساعدت کرتا تو آپ اُس کے علاوہ اور ستر اونٹون کا بار لکھدیتے۔"

یہ امیر المومنین کی غزارت علم کا اعتراف ہے جو ایک دشمن کے قلم سے ہو رہا ہے۔

(۳) قاموس الشریعۃ باب ۳۲ مین حضرات اہل سنت کی رد کرتے ہوئے لکھا ہے

تفقت جمیع الامۃ حتی من خالف علی بن ابی طالب ان اعلم الامۃ کلها الی یوم القیامۃ علی بن ابی طالب وکیف خالفوہ فی المیراث تعلقوا بفرائض زید بن ثابت فان کان لقول النبی افرضکم زید فکیف جاز لعلی بن ابی طالب خلاف من مدحہ النبی فی ذلک وکیف جاز لابن عباس ان یخالفھم جمیعا فی المیراث وابن عباس اخذ العلم عن الصحابۃ لانہ مات النبی وھو صغیر ولم یوفق زید الا علیا فی المیراث مع قول النبی افرضکم زید ومع العلم بان علیا اعلم الامۃ وھل یجوز تخطئۃ علی وابن عباس فی فرائض المیراث فیما خالفھم زید فاذا کان الامر اتباع العلم فعلی بن ابی طالب امام قد خفی تمام الامارۃ وامام العلم واعلم من ھؤلاء الاربعۃ الذین ھم خالفوا علیا فی المیراث

فالاولی ترک ما قالوہ الائمۃ الاربعۃ والعمل بما قالہ امام المسلمین
وامام العلماء العارفین علی بن ابی طالب ۔

"تمام امت یہان تک کہ وہ لوگ جو علی بن ابی طالب کے مخالف ہین
وہ بھی اس بات پر متفق ہین کہ تمام امت مین قیامت تک سب سے اعلم
علی بن ابی طالب ہین پھر ان حضرات (اہل سنت) نے میراث مین اُن کی
مخالفت کس طرح کی اور زید بن ثابت کے فرائض پر عمل کیون کیا ؟ ۔ اگر حضرت
رسولؐ کے اس قول کی وجہ سے کہ تم سب مین میراث کا زیادہ جاننے والا زید ہے
تو پھر علی بن ابی طالب کو کیونکر جائز ہوا کہ وہ مخالفت کرین اُس شخص کی جس کی
حضرت رسول نے اس باب مین مدح کی ہے اور ابن عباس کو کیونکر جائز ہوا کہ
وہ میراث مین ان دونون کی مخالفت کرین حالانکہ ابن عباس نے علم کی تحصیل
صحابہ سے کی ہے اور باوجود اسکے زید اور علی کسی کی بھی اُنھون نے میراث مین
موافقت نہین کی باوجود اسکے کہ حضرت رسولؐ کا قول تھا تم سب مین زیادہ میراث
کا جاننے والا زید ہے اور باوجود اس یقین کے کہ علی اعلم امت ہین اور کیا علی
وابن عباس کو خطاکار سمجھنا درست ہے اُن چیزون مین کہ جن مین اُنھون نے زید
کی مخالفت کی ہے ؟ اچھا جب کہ اعلم کا اتباع ضروری ہے تو علی بن ابی طالب امام
ہین کہ جنکے لئے اعلمیت تسلیم کر لی گئی ہے اور امام بھی عالم اور اُن ائمہ اربعہ سے اعلم
کہ جنھون نے میراث مین علی کی مخالفت کی ہے لہذا ان ائمہ کے قول کو ترک کرنا چاہئے

اور عمل کرنا چاہیئے۔ اس قول پر جو مسلمانون کے پیشوا اور تمام علماء و عارفین کے
مقتدا علی بن ابی طالب کا قول ہے۔
یہ اس شخص کا کلام ہے جو علیؑ سے بڑھکر دنیا مین کسی کو دشمن نہین رکھتا
والفضل ما شہدت بہ الاعدآء

---

(۳)

اسلامی فاتح اعظم کا گران بہا مقولہ

لولا علیؑ لہلک عمر "۱"

ایسے واقعات جو سابقین نے بحث و تحقیق کے بعد مسلمہ طور پر ثبت
نہین کیے ہین اور گوشۂ گمنامی مین چھوڑ دیے ہین اسکے مستحق ہین کہ انکا
انکار کیا جا سکے لیکن افسوس یہ ہے کہ موجودہ زمانہ مین ایسے حقائق کا انکار
بھی ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جو متواتر طور پر کتب اخبار و سیر مین درج ہوتے رہے ہین
اور آفتاب سے زیادہ روشن ہین، علم حدیث کے امانت دار متقدمین کا
احسان ہے موجودہ طبقہ پر کہ انھون نے اسلامی آثار اور حضرت خاتم النبیینؐ

"۱" لحافظ الاہور شوال ۱۳۴۹ھ

کے مقدس احادیث کی مسانید وصحاح کے دامنون مین حفاظت کی اور ہمارے ہاتھون تک یہ گرانقدر جواہر ریزے پہونچا دئے اور انکی تاب ناک چمک سے ہماری آنکھون کو بہرہ اندوز ہونے دیا۔

کیا انصاف کا اقتضا یہی ہے کہ اُن کی تمام محنتون پر پانی پھیر کر اُن تمام اسلامی اخبار و آثار کا صرف اس بنا پر انکار کر دیا جائے کہ وہ کسی نفسانی جذبہ اور غیر مستند خیال کی کمزوری کو طشت از بام کر دیتے ہین۔

اس صورت مین احکام شریعت اور آثار دینیہ کے محو ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ ان احکام و آثار کے راوی و ناقل بھی وہی لوگ تو ہین جنکے نقل کئے ہوئے احادیث و آثار کا بعض مخصوص مصالح کے تحت مین انکار کیا جا رہا ہے اور انکی طرف وضع و افترا کی نسبت دی جا رہی ہے۔ یقیناً قدیم زمانہ کے علماء اور حفاظ حدیث موجودہ طبقہ کے اتحاد اسلامی کے نام کی رٹ لگانے والے افراد سے زیادہ روادار اور انصاف پسند تھے اسلئے کہ اُنھون نے جو کچھ اخبار و آثار اُنکی نظر مین مستند معلوم ہوئے اُنکو جمع کر کے ہم تک پہونچا دیا اگرچہ اُن مین سے بعض اخبار اُنکے معتقدات اور ذاتی خیالات کو صدمہ پہونچانے کا باعث بھی ہون۔ لیکن ہمارے ہمعصر رہنمایان ملت کا تو طرز عمل یہ ہے کہ ادھر کوئی ایسی روایت نظر آئی جو اُنکے مقاصد کے خلاف ہے تو اُنکا منجا ہوا جواب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع و مخترع ہے۔ ناواقف

او بے خبر اشخاص کے لئے ضرور یہ دو لفظین بہت وزن رکھتی ہین اور انکا
ان کو سنکر غلط فہمی مین مبتلا ہوجانا ممکن ہے لیکن ایک ایسا شخص جو کتب
احادیث و سیر کی سیر کر کے صحیح و سقیم اخبار کا جائزہ لے چکا ہو کسی طرح اس
قسم کے بے سر وپا تر ہمات سے مرعوب نہین ہو سکتا۔

علامہ رشید رضا مصر کے ان علماء مین سے ہین جنھون نے حنفیت کے
پیکر مین وہابیت کا رنگ بھرا ہے، سعودی مظالم کے ابتدائی دور مین اخبار
"زمیندار" لاہور کے توسط سے ہندوستان کے اندر وہابی خیالات کی تبلیغ مین
موصوف کے لانبے چوڑے مضامین شائع ہو چکے ہین۔ ان کو شیعی جماعت پر
طعن و تشنیع مین خاص لذت محسوس ہوتی ہے اور رسالہ "منار" جو ممدوح کے
زیر ادارت ماہوار مصر سے شائع ہوتا ہے اُس مین ہمیشہ مذہبی چھیڑ چھاڑ
کے ساتھ بے انصافی کا کامل مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔

"منار" کی بعض قریبی اشاعتون مین جن محیر العقول تحقیقات کا اظہار
کیا گیا ہے اُنمین سے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا اور اقضاکم علی
اور لولا علی لھلک عمر کی وثاقت و اعتبار کا انکار ہے۔

مین نے ایک مستقل عربی تصنیف "نظرات بحاثۃ فی الاخبار الثلثۃ"
کے ذریعہ سے اس خیال کا پورے طور پر ابطال کیا ہے اس رسالہ کا آخری
حصہ لولا علی سے تعلق رکھتا ہے، اُس کا خلاصہ کی صورت مین اردو لباس

پہنا کر نذر ناظرین کرتا ہوں۔

خلیفۃ المسلمین عمر بن الخطاب کا مشہور مقولہ (لولا علی لھلک عمر) اُن مستند و ثقہ محدثین سے ہے جنکے نقل میں اسلامی کتب تاریخ و حدیث متفق و یک زبان ہیں اور صدر اسلام سے اس وقت تک ہر طبقہ کے اعلام فن اسکو اپنے کتب میں درج کرتے آئے ہیں۔ قصور تتبع اور کتب سے تہی دستی کے باوجود جو کچھ ہماری نظر سے اس فقرہ کے متعلق گذرا ہے وہ شک و شبہ کو قلع قمع کرنے کے لئے کافی ہے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱) امام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ اپنی کتاب "تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث" مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ صفحہ ۲۰۱ میں رقمطراز ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"حضرت عمر کی وہ شخصیت تھی کہ قرآن اُن کے حکم پر اترا تھا اور شیطان اُنکی بھنک پاکر خوف کھاتا تھا اور حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ہر امت میں کچھ نہ کچھ محدثین ہوتے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہو تو وہ عمر ہے۔ یہ ہستی وہ تھی کہ ساریہ کو سیکڑوں فرسنگ سے یا ساریۃ الجبل کی آواز دیکر محاذ جنگ کی تعلیم دی باوجود اس سب کے دو ایک ایسے موقع پر جبکہ حضرت علی نے انکو غلطی پر متنبہ کیا تھا فرماتے ہیں۔ لولا قول علی لھلک عمر (اگر علی کا ارشاد نہوتا تو عمر کہیں کا نہ رہتا) اور فرماتے ہیں۔

لیس لہا ابوالحسن۔

(۴) تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ مطبوعہ حیدرآباد ج ۷ صفحہ ۳۳۷ کان عمر یتعوذ الخ

(۵) اصابہ ابن حجر عسقلانی ج ۲ صفحہ ۵۰۹ کان عمر یتعوذ الخ

(۶) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۶ فقہائے صحابہ عمر بن الخطاب اور ابن عباس تھے اور دونون نے علی سے استفادہ کیا ہے ابن عباس کا استفادہ تو ظاہر ہے اور عمر کے متعلق ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انھون نے اکثر مشکل مسائل مین علی کی طرف رجوع کی ہے اور ایک بار نہین متعدد بار کہا ہے لولا علی لھلک عمر اور لا بقیت لمعضلۃ لیس لہا ابوالحسن خدا مجھکو اس مشکل کے لئے زندہ نہ رکھے کہ جس کے واسطے علی نہون۔

(۷) فیض القدیر شرح جامع الصغیر عبدالروف بن تاج العارفین مناوی حضرت علی کی اعلمیت کے موافق و مخالف سب گواہ ہین اور اکابر صحابہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے اور حضرت عمر مشکل مسائل مین آپ سے سوال کیا کرتے تھے اور طرق عدیدہ سے یہ امر درجہ صحت کو پہونچ گیا ہے کہ حضرت عمر پناہ مانگتے تھے اس جماعت سے جس مین علی موجود نہون۔

(۸) ذخیرۃ المآل شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجیلی۔

"کان عمر رضی اللہ عنہ یقول اعوذ باللہ من معضلۃ لیس فیہا

ابو الحسن ویقول ان عنیا اقضانا و لولا علی لھلک عمر۔

(۹) مطالب السئول کمال الدین ابن طلحہ شافعی (مطبوعہ ایران صفحہ ۱۳)

بعض موقعوں پر علی بن ابی طالب نے تلف ہوتی ہوئی جان کی حفاظت کی اور اس طرح مسئلہ کو حل کیا کہ طرف مقابل کو آپ کی اہلیت کا اعتراف کرتے ہی بن پڑی چنانچہ حضرت عمر کے پاس جبکہ وہ امیر المومنین تھے۔ یعنے جبکہ وہ منصب خلافت پر متمکن ہو چکے تھے ایک زنا کار عورت لائی گئی جو کہ حاملہ تھی انھون نے چھوٹتے ہی اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت علی نے فرمایا کہ تم کو اسکے پیٹ کے بچہ کی جان لینے کا کونسا حق ہے۔ اُس وقت حضرت عمر نے اس فیصلہ کو منسوخ کیا اور اصحاب کے بھرے مجمع مین کہا لولا علی لھلک عمر

(۱۰) مناقب اخطب خوارزم (صفحہ ۴۸) حضرت عمر نے حاملہ کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، علی نے متنبہ کیا اُسوقت حکم منسوخ ہوا اور حضرت عمر نے کہا۔ عجزت النساء ان یلدن مثل علی بن ابی طالب لولا علی لھلک عمر۔ عام کی عورتون کے کہان نصیب کہ علی ایسی اولاد اُنکے یہان پیدا ہو، اگر علی نہوتے تو عمر مر ہی گیا ہوتا۔ (صفحہ ۶۰) عن سعید بن المسیب قال سمعت عمر یقول اللّھم لاتبقنی لمعضلۃ لیس لھا ابن ابی طالب "سعید بن مسیب ناقل ہین کہ مین نے حضرت عمر کو کہتے سنا کہ خدایا مجھ کو اُس مشکل کے لئے زندہ نہ رکھنا جبمین علی بن ابی طالب موجود نہ ہون۔

حدیث بر غیر او از صحابہ خصوصاً عمر چنانچہ در آن معرض گفتہ است. لولا علی لھلک عمر۔

(۱۴) مطول سعد الدین تفتازانی (مطبوعہ تبریز ۱۲۷۱ھ صفحہ ۱۳۱)

در ضمن بیان لو شرطیہ نحو لولا علی لھلک عمر معناہ ان وجود علی سبب لعدم ھلاک عمر لا ان وجودہ دلیل علی ان عمر لم یھلک

"لولا علی لھلک عمر" کے یہ معنی ہیں کہ علی کا وجود حضرت عمر کے ہلاک نہ ہونے کا سبب ہے نہ یہ کہ علی کا وجود عمر کے ہلاک نہ ہونے کی دلیل ہے

(۱۵) فصول مہمہ ابن صباغ مالکی (صفحہ ۱۸) ایک شخص کو لوگ پکڑ کر حضرت عمر کے سامنے لائے۔ قصہ اس کا یہ تھا کہ کچھ لوگوں نے اس کی خیریت پوچھی۔ اس نے کہا میری حالت یہ ہے کہ میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں حق سے کراہت کرتا ہوں یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں ایسی شے پر ایمان لایا ہوں جو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھی ایسی چیز کا اقرار کرتا ہوں جو ابتک نہیں ہوئی۔ اس کا مقدمہ حضرت عمر کے پاس لایا گیا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بلانے کا امر کیا جب حضرت آئے تو پورا واقعہ من و عن حضرت سے بیان کیا آپ نے فرمایا سچ تو کہتا ہے فتنہ کو دوست رکھتا ہے باری تعالیٰ عز اسمہ کا ارشاد ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ موت حق ہے حق سے کراہت کرتا ہے بحالت سکرۃ الموت بالحق یہود و

انصاری کی تصدیق کرتا ہے وقالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیئی وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شیئی ان دیکھی چیز پر ایمان لانا جو بیشک خدا پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا جو خلق نہ ہوئی شے کا اقرار کرتا ہے یعنے قیامت کا کہ جو اب تک نہیں آئی۔ یہ سنکر حضرت عمر نے بیساختہ کہا کہ اعوذ باللہ من معضلۃ لاعلی لھا سعید بن مسیب کا مقولہ ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے اللّٰھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس فیھا ابوالحسن۔ اور ایک مرتبہ آپ نے کہا لولا علی لھلک عمر۔

(۱۶) کفایۃ المطالب حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی نے باب ۵۷ میں مذکورہ بالا واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور آخر میں یوں ہے کہ لھلک ابن الخطاب لولا علی بن ابی طالب۔ ابن خطاب کی جان چلی گئی تھی اگر علی بن ابی طالب نہوتے۔

اور اصل اس قصہ کو علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ حنبلی نے اپنی کتاب (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ) مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ صـ۴۶ میں بھی نقل کیا ہے۔ حافظ گنجی نے حضرت علی کی اعلمیت کو ثابت کرتے ہوئے چھ مہینہ کے حمل والی روایت کو نقل کرتے ہوئے بھی لکھا ہے فقال عمر لولا علیؑ لھلک عمر۔

(۱۷) مواقف عضدالدین الایجی افضلیت امیرالمومنینؑ کے ادلہ کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھا ہے ولانہ نہی عمر عن رجم من ولدت لستۃ اشہر ونہیہ ونفاہ ایضاعن رجم الحاملۃ التی اقرت بالزناء فقال عمر لولا علی لھلک عمر۔

"ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے عمر کو منع کیا اُس عورت کو سنگسار کرنے سے جس کے یہاں چھ مہینہ مین بچہ پیدا ہوا تھا اور اُس حاملہ کے سنگسار کرنے سے جس نے ارتکاب زنا کا اقرار کیا تھا۔ اُسوقت حضرت عمر نے کہا لولا علی لھلک عمر۔" جواب مین اسکے صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایات افضلیت کو نہین ثابت کرتے اور ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ خلفائے ثلثہ کو حضرت علی سے افضل سمجھتے ہین لہذا ہم کو اس کا اعتقاد ضروری ہے۔

(۱۸) شرح مواقف ابوالعلا بن محمد رضا بخاری (مطبوعہ لکھنؤ سنہ ۱۳۱۴ھ ص ۴۴۳-۴۴۴) مذکورۂ بالا عبارت کی تقریر وتائید کی گئی ہے۔

(۱۹) ابطال الباطل فضل اللہ بن روزبہان شیرازی۔ علامۂ حلی رح کی مذکورۂ ذیل عبارت نقل کی ہے۔ جمیع الصحابۃ رجعوا الیہ فی الاحکام واستفادوا منہ ولم یرجع الی احد منہم فی شیئی وقال عمر بن الخطاب فی عدۃ مواطن لولا علی لھلک عمر حیث ردہ عن خطاہٗ "تمام صحابہ نے احکام شرعیہ مین حضرت علی کی طرف رجوع کی اور حضرت کو کسی طرف رجوع کی کبھی ضرورت نہین پڑی اور حضرت عمر نے چند مرتبہ کہا لولا علی لھلک عمر۔

انصاری کی تصدیق کرتا ہے وقالت الیھود لیست النصاری علی شیئ وقالت النصاریٰ لیست الیھود علی شیئ - ان دیکھی چیز پر ایمان لاتا ہر بیشک خدا پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہر خلق نہ ہوئی شے کا اقرار کرتا ہے یعنے قیامت کا کہ جو اب تک نہیں ہوئی ہے۔ حضرت عمر نے بیساختہ کہا کہ اعوذ باللہ من معضلۃ لا علیٌ لھا۔ سعید بن مسیب کا مقولہ ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے اللھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس فیھا ابو الحسن - اور ایک مرتبہ آپ نے کہا لولا علی لھلک عمر۔

(۱۶) کفایۃ المطالب حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی : باب ۵۷ مذکورۂ بالا واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور آخر میں یوں ہے کہ کاد یھلک ابن الخطاب لولا علی بن ابی طالب۔ ابن خطاب کی جان ہی گئی تھی اگر علی بن ابی طالب نہوتے۔

اور اصل اس قصہ کو علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ حنبلی نے اپنی کتاب (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ) مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۱۷ھ ص۴۶ مین بھی نقل کیا ہے - حافظ گنجی نے حضرت علی کی اعلمیت کو ثابت کرتے ہوئے چھ مہینہ کے حمل والی روایت کو نقل کرتے ہوئے بھی لکھا ہے فقال عمر لولا علیؑ لھلک عمر۔

(۱۷) مواقف عضد الدین الایجی افضلیت امیر المومنین عؑ کے اوپر کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھا ہے ولانہ نھی عمر عن رجم من ولدت لستۃ اشھر ونھی
نھاہ ایضا عن رجم الحاملۃ التی اقرت بالزناء فقال عمر لولا علی
لھلک عمر ۔

"ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے عمر کو منع کیا اُس عورت کو سنگسار
کرنے سے جس کے یہاں چھ مہینہ مین بچہ پیدا ہوا تھا اور اُس حاملہ کے سنگسار
کرنے سے جس نے ارتکاب زنا کا اقرار کیا تھا ۔ اُسوقت حضرت عمرؓ نے کہا لولا
علی لھلک عمرؓ جواب مین اسکے صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایات افضلیت
کو نہین ثابت کرتے اور ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ خلفائے ثلثہ کو حضرت علی سے
افضل سمجھتے ہین لہذا ہم کو اس کا اعتقاد ضروری ہے ۔

(۱۸) شرح مواقف ابوالعلا ابن محمد رضا بخاری (مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۴ھ
صفحہ ۲۴۳ ۔ ۴۴۴) مذکورہ بالا عبارت کی تقریر و تائید کی گئی ہے ۔

(۱۹) ابطال الباطل فضل اللہ بن روزبہان شیرازی ۔ علامہ حلی رح
کی مذکورہ ذیل عبارت نقل کی ہے جمیع الصحابۃ رجعوا الیہ فی الاحکام
واستفادوا منہ ولم یرجع الی احد منھم فی شیئی وقال عمر ابن الخطاب
فی عدۃ مواطن لولا علی لھلک عمر حیث ردہ عن خطاءہ "تمام صحابہ
نے احکام شرعیہ مین حضرت علی کی طرف رجوع کی اور حضرت کو کسی طرف رجوع
کی کبھی ضرورت نہین پڑی اور حضرت عمر نے چند مرتبہ کہا لولا علی لھلک عمر

بلکہ انھوں نے حضرت علی سے کسی سوال کا جواب پایا تو کہتے تھے لا ابقانی الله لمعضلة لیس لها علی اور زین عراقی نے شرح تقریب میں لکھا ہے کہ حضرت عمر تعوذ من معضلة لیس لها ابوالحسن اور دارقطنی و نمیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲۲) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان البلخی حنفی (مطبوعہ دار الخلافۃ اسلامبول قسطنطنیہ ص۷۰)

کانت الصحابة رضی الله عنهم یرجعون الیه فی احکام الکتاب و یاخذون عنه الفتاوی ولذا قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی عدۃ مواطن لولا علی لهلك عمر۔

(۲۳) ہدایۃ المرتاب حاجی احمد آفندی (طبع مصر ص۱۴۶) قال عمر رضی الله عنه حین نهاه علی عن رجم من ولدت لستة اشهر رجم الحامل لولا علی لهلك عمر۔

یہ مستند اقوال اور علمائے اسلام کے نصوص ہیں جو باوجود قلت کتب اور قلت فرصت کی کمی کے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس کے بعد کسی انصاف پسند شخص کو اس فقرہ کی صحت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے جواب مین ابن روزبہان نے کہا ہے کہ صحابہ کا حضرت علی کی طرف رجوع کرنا کچھ بعید نہین کیونکہ آپ ہی اُن مین صاحب فتوےٰ تھے اور مفتی خلق کی طرف رجوع کرنا مستفتیون کا وظیفہ ہے اور حضرت عمرؓ کا آپکی طرف رجوع کرنا ویسا ہی تھا جیسا کہ حکام اور سلاطین علمائے ملت کی طرف ضروری مسائل مین رجوع کرتے رہتے ہین۔ رہ گیا حضرت عمرؓ کا قول لولا علی لھلک عمر وہ حضرت عمر کے فضائل مین سے ہے کہ کس قدر صداقت و انصاف اور عدل و تواضع کا خیال رکھتے تھے۔

(۲۰) شرح تجرید قوشجی (مطبوعہ تبریز ۱۳۰۱ھ صفحہ ۱۴) (قول محقق طوسی)

خلیفہ ثانی نے حاملہ اور مجنونہ عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت علیؑ نے منع کیا، اسوقت خلیفۂ ثانی نے کہا لولا علی لھلک عمر (جواب علامۂ قوشجی) اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عمر کو معلوم نہ تھا کہ وہ عورت حاملہ اور مجنونہ ہے اور لولا علی لھلک عمر کہنا باعتبار اسکے ہے کہ اُنھون نے پورے طور پر تفحص اور تحقیق نہین کیا یعنی اگر اُن کو حضرت علیؑ اس حالت مین متنبہ نہ کرتے اور وہ عورتین سنگسار کر دی جاتین تو حضرت عمر کو اپنی کوتاہی پر اتنا صدمہ ہوتا جو جانکنی اور ہلاکت کی تکلیف سے زیادہ سخت تھا۔

(۲۱) جواہر العقدین نور الدین سمہودی، ابن سمان نے ابوسعید خدری کی زبانی نقل کیا ہے کہ انھون نے اپنے کانون سے حضرت عمر سے ایسے موقع پر

جبکہ انھوں نے حضرت علی سے کسی سوال کا جواب پایا تھا کہتے سنا ہے لا ابقانی الله بعدک یا علی اور رزین عراقی نے شرح تقریب میں لکھا ہے کان عمر تیعوذ من معضلة لیس لها ابو الحسن اور اسکو دارقطنی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲۲) ینابیع المودة شیخ سلیمان بلخی حنفی (مطبوعہ دار الخلافہ اسلامبول (قسطنطنیہ صنٹ)

کانت الصحابة رضی الله عنهم یرجعون الیه فی احکام الکتاب و یاخذون عنه الفتاوی ولذا قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی عدة مواطن لولا علی لهلک عمر۔

(۲۳) ہدایة المرتاب حاج احمد آفندی (طبع مصر صـ۱۴۶) قال عمر رضی الله عنه حاین نهاه علی عن رجم من ولدت لستة اشهر ورجم الحاملة لولا علی لهلک عمر۔

یہ مستند اقوال اور علمائے اسلام کے نصوص ہیں جو باوجود نایابی کتب اور وقت وفرصت کی کمی کے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس کے بعد کسی انصاف پسند شخص کو اس فقرہ کی صحت میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

---

(۴)

اگر علی نہ ہوتے تو کیا ہوتا"¹"

فلک کے نیچے بسنے والی تمام مخلوق فلک کے گوناگون حرکات کی ممنون احسان ہے، زراعتون کی پیدا وار اشجار کی نمو اور بارآوری؛ دریاؤن کا جزر ومد، انسانی طبائع کا انقلاب۔ تبدل فصول واوقات کے تحت مین ہے اور ان کا تبدل واختلاف تماتر آسمان اور اُسکے اندر چلتے پھرتے ہوئے سیارون کے حرکات کا نتیجہ ہے، لیل ونہار کی آمد ورفت اور اُنکے سفید وسیاہ پردون کی نمائش بھی فلک اعظم کی گردش کا کرشمہ ہے۔ زمانہ خود بعد موہوم ہے اور اسی مقدار حرکت فلک کا نام ہے۔

عالم اجسام جہات پر مشتمل ہے اور محدد جہات فلک اطلس ہے۔

غرض عالم مادی پورے طور پر افلاک کے خیرات وبرکات کا رہین منت ہے اور دنیا کے ہر خشک وترمین آسمانی موجودات کا عمل پورے طور پر نافذ ہے

اس کی جواب وہی شعراء پر ہے کہ انھون نے دنیا کی ہر مصیبت اور کٹھن کا ذمہ دار چرخ پیر اور فلک کج رفتار کو بنا دیا ہے۔ اُنکے خیال مین آسمان

---

¹" شیعہ لاہور رجب ۱۳۴۹ھ

ہمیشہ مخلوق خدا کو اذیت ہی دیتا رہتا ہے۔ اس سے کسی فائدہ کی توقع کرنا فضول ہے لیکن فلسفی نگاہ سے دیکھنے پر ثابت ہوتا ہے کہ عالم سفلی کا نظام در ارتباط عالم علوی کے زیر اثر ہے اور خالق عالم کی طرف سے علل و معلولات کا جو سلسلہ قائم کیا گیا ہے اُس مین حضیض سفل کے منافع و مصالح کی کڑیان زیادہ تر نقطۂ اوج و ارتفاع سے وابستہ قرار دی گئی ہین اور اسکا شرف و خصوصیت کو دیکھتے ہوئے اُس نے اپنے عباد مقربین ملائکہ قدس و عزت کی جگہ بھی ملاء اعلیٰ قرار دی ہے اور اپنی طرف منسوب شدہ مخصوص پایۂ تخت عرش کو بھی آسمانی آبادی کے اوپر قرار دیا گیا ہے۔

دنیا کا نظام و بقا افلاک کے وجود پر منحصر ہے اور اسی لئے عالم کون و فساد کی فنا اور زوال کے بیان مین سب سے پہلے اذا السماء انفطرت کا تذکرہ کیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ عالم موجودات کی فنا افلاک کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور ابتدائے خلقت مین بھی اگر آسمان نہوتے تو کچھ موجود نہوتا موجودات کے اندر شرف و مرتبہ کی حیثیت سے ذاتاً جو تفاوت موجود ہے اسکی بنا پر باری تعالیٰ کی جانب سے افاضۂ وجود مین بھی اختلاف مراتب کا پیدا ہونا ضروری ہے، خلاق کل اور علۃ العلل کی نسبت سے دیکھتے ہوئے اگرچہ یہ سب ایک صف ممکنات مین مندرج ہین لیکن خود انکے درمیان آپس مین وجوب غیری اور استفاضہ کی حیثیت سے تقدم و تاخر حاصل ہے بایمعنی کہ فرد

اکمل بسبب اُس قرب اور از دیاد مناسبت کے جو اُس کو مبدا اول و کمال مطلق کے ساتھ پائی جاتی ہے اِس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اُس پر مبداء فیض کی طرف سے افاضۂ وجود ہو اور اسی کا نام اصطلاحی الفاظ مین اولویت بالوجود ہے۔

ذات شے مین جتنا نقص پیدا ہوتا جائیگا اُتنا اُس کو کابل بالذات ہستی سے مرتبۂ بعد حاصل ہوگا اور استحقاق اُسکا وجود کے لئے کم ہوگا۔

اس اولویت بالوجود یا ہماری عام فہم لفظون مین استحقاق وجود کے زیادہ ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ اگر افاضۂ وجود کی نوبت آئے تو سب سے پہلے وہی ذات اُس سے بہرہ اندوز ہو جس کو اپنے ماسوا سے اکملیت کا درجہ حاصل ہے اور اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے اشیاء پر فیضان ہوا اور اگر فرد اکمل پر وجود کا افاضہ نہ ہوا ہو تو اس کے معنی یہ ہین کہ خلاق کائنات کا ارادۂ تکوینیہ خلق و ایجاد اشیاء کے ساتھ متعلق ہی نہین ہوا ہے اور اس صورت مین عالم کی کسی شے کا بھی وجود ناممکن ہے۔

ازل اور ابد کی سرحدون کے درمیان جتنی مخلوق ہے اس کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ و مرتبہ ان سب سے بلند اور اشرف و اعلیٰ اور اس حیثیت سے اُنکا قرب ذاتی مبدأ اعلیٰ کے ساتھ زائد سے زائد ہے اور اُس کا لازمی نتیجہ اولویت

بالوضوح جس کی توضیح ہمارے سابق بیان مین کی جاچکی ہے۔

خلاق عالم کا ارادہ تکوین اشیاء کے ساتھ متعلق ہوا اور ترتیب طبیعی کی بنا پر سب سے پہلے خلعت وجود کا افاضہ اُن ذوات مقدسہ پر ہوا اور اُنکے بعد عالم کی ہر شئے اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق اُس فیض سے متمتع اور بہرہ اندوز ہوئی اور اس عالم کائنات کی بنیاد قرار پائی جو محیط افلاک سے مرکز زمین تک وسعت رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اشیائے عالم کا وجود ان کامل ہستیون کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر انکا وجود نہوتا تو عالم کی کوئی شئے وجود کی مستحق نہ تھی۔

باری تعالیٰ نے بھی اپنے مقدس کلام حدیث قدسی کے ذریعہ سے خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اس امر کی تصدیق کردی اور لولاک لما خلقت الافلاک فرما کر عالم کائنات کو وجود ہوی کا رہین منت قرار دیدیا اس لئے کہ تمام اشیاء کا دارومدار نظام فلکی پر ہے اور اگر آسمان نہوتے تو کسی چیز کا وجود نہوتا۔

رسالت مآبؐ اور اُنکے اہلبیت طاہرین اگرچہ آپس مین تفاوت رکھتے ہین جو اصل وفرع، مطاع ومطیع مین ہونا چاہیئے لیکن دیگر موجودات عالم کے مقابل مین وہ یکسان طور پر فضیلت وکمال رکھتے ہین جس کو انا وعلی من نور واحد اور آیۂ انفسنا نے بالکل صاف کردیا ہے۔ بالکل اسی طرح

جیسے ذات نبیؐ تمام اشیائے عالم سے استفاضۂ وجود مین اولی واحق ہے اور اُن پر تقدم رکھتی ہے اُن کے اہلبیت معصومینؑ بھی کائنات عالم سے اولی واقدام ہین اور اس بنا پر اگر وہ نہوتے تو دنیا کی کوئی شے موجود نہوتی

رسالت آبؐ کے کمالات کا نسبی وارث باری تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی پارہ جگر فاطمہ زہراؑ کو بنایا اور خلق و خُلق مین اُنکے مراتب کمال کی شبیہ قرار دیا جس کو خود رسولؐ نے بضعۃ منی کہکر آشکارا کردیا اس لئے کہ کل اور جزو کے خواص مین اتحاد ظاہر ہے۔ عالم کی معمولی ہستیان فضل و شرف مین اُس درجہ تک کہان پہونچ سکتی تھین جو کمالات رسولؐ کے پرتو اور فضائل نبویہ کی تصویر کے لئے حاصل تھا قدرت نے نظام عادی کے موافق نسل انسانی کے بقا کا ذریعہ زن و شوہر کو قرار دیا ہے، رسولؐ کے لئے باری تعالیٰ نے اولاد ذکور کو باقی نہ رکھا تھا۔ اُنکی نسل کا دارومدار اس وحید طاہرہ و مطہرہ بیٹی پر تھا خالق عالم نے اس معظمہ کی کفارت و ہمسری کے لئے صرف ایک ہی بندہ خلق کیا تھا جس کا نام علی ہے۔ خود رسول صؐ نے فرمایا لولا علی لم یکن کفو لفاطمۃ اگر علی نہ ہوتے تو فاطمۂ زہرا کا کوئی کفو نہ تھا" علی کے باعث رسولؐ کی نسل دنیا مین قیامت تک باقی رہی اور انا اعطیناک الکوثر کا وعدہ پورا ہوا۔

امیرالمومنینؑ کی ذات علوم کا سرچشمہ تھی اور حضرت اقدس الٰہی کی جانب سے بواسطۂ رسول امامت کی مخصوص طور پر امانتدار بنائی گئی تھی انا مدینة العلم وعلی بابها اور اقضاکم علی کے صریحی خطابات نے شک وشبہہ کا موقع باقی نہین رکھا تھا اور یہی اعلمیت مطلقہ امامت حقہ کے ثبوت مین کافی تھی لیکن سیاسیات وقت نے پلٹا کھایا اور خلافت نبویہ سلطنت ظاہریہ کی صورت مین تبدیل ہوکر اغیار تک پہونچی۔ امیرالمومنینؑ کو گوشہ نشین ہونا پڑا مسند خلافت ظاہری صورت سے پر ہوگئی لیکن خلافت کی حقیقی ذمہ داریان اپنے سچے مستحق کو ڈھونڈ رہی تھین۔ علمی مشکلات مین علی بن ابی طالبؑ کی طرف رجوع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور اسی بارگاہ سے مشکل حل ہوتی تھی اس وقت بر مصلحت وقت کے اقتضا ریا اظہار حق کے جذبہ سے مجبور ہوکر زبان سے منصفانہ کلمات نکلتے تھے حضرت عمر نے بارہا ایسے موقعون پر فرمایا ہے لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو مین کہین کا نہ رہتا۔

اسلام کی اساس وبنیاد صداقت پر قائم ہوئی ہے اور اُس کی ترقی و ہر دلعزیزی اُس کے صحیح اور قابل عمل اصول اُس کے مہذب ومرتب قوانین اور اُس کے دلکش اخلاق وتعلیمات مین مضمر ہے لیکن مشرکین نے جارحانہ طاقتون سے اُس کے فنا کردینے کا بیڑا اٹھالیا تھا۔ اور اگر کوئی ظاہری قوت نہ ہوتی جو انکی

تمام طاقتون کا مقابلہ کرکے اُن کو پسپا کردے تو یقیناً ظاہری اسباب کی رو سے اُنکی کامیابی یقینی تھی اور اُس وقت اسلام کا نقش صفحۂ وجود پر نہ تا تھا۔

علی بن ابی طالبؑ کی تلوار وہ تھی جس نے ہر جنگ مین کھنچکر مخالفین اسلام کے حوصلون کو پست کردیا اور اسلام کے رایت کو ہمیشہ کے لئے قائم کیا۔ اسی بنار پر علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کو کہنا پڑا تھا۔

الا انما الاسلام لولا حسامہ　　کعفطۃ عنز او قلامۃ ظافر

---

(۵)

شاہراہ زندگی مین علیؑ کے نقش قدم" ۱ "

اسلام عالم مین مشعل ہدایت بنکر آیا تھا؛ اس نے زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالی، ورحیات انسان کے پیچ در پیچ راستون کو اپنے واضح ہدایات سے اس طرح صاف کیا کہ کسی راہرو کے لئے راستہ بھولنا ناممکن ہوجائے لیکن وہ جبر و اکراہ کی طاقتون کو اپنے ساتھ لیکر نہین آیا تھا۔ اسلامی افراد نے اسلامی تعلیمات کو مصالح و اغراض نفسانیہ کی زد مین لاکر نظر انداز کیا اور اُسکے ظاہری آداب و رسوم یا صرف اسمی ورسمی انتساب پر اکتفا کرکے اُسکے حقیقی خصوصیات اور روحانی جوہر سے دست کشی کی جس کا نتیجہ

(۱) سرفراز لکھنؤ رجب ۱۳۵۳ھ

خود اُنکے لئے نکبت و ادبار اور تمام اقوام عالم کے مقابلہ مین پست ہونے
کے سوا کچھ نہ ملا، ذاتی رجحانات اور شخصی و جماعتی تصادمات نے کچھ ایسی
تفرقہ اندازی کی کہ جامعۂ اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوا اور اس طرح اُسکے
اوراق متفرق ہوئے کہ جنکا ایک نقطہ پر جمع ہونا مشکل سے مشکل تر ہو گیا۔ مقصد
حیات کے حصول مین صحیح جادہ سے ہٹ کر راستے بھی منقسم ہو گئے اور اسلامی
تعلیمات مین شخصی و قومی اغراض و رجحانات کی بدولت ایسی ترمیم و تنسیخ
ہوئی کہ اُسکے اصول و حقائق خود مشتبہ لباس مین نظر آنے لگے اور ظاہر بین
نگاہون مین وہ معیار ترقی ہونے کے بجائے قعر انحطاط و تنزل مین پہونچنے
کا زینہ سمجھے جانے لگے۔ اسلامی جماعت کو جو روز بد بھی دیکھنا نصیب ہوا
اُسکا سب سے بڑا باعث یہی تھا کہ اُنھون نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت
ڈالدیا اور اپنی عملی کارگذاریون کی زمام ادارت ذاتی اغراض کے سپرد کردی
اب بھی ترقی کا راز اسی مین مضمر ہے کہ وہ از سر نو اپنے اسلامی خصوصیات
کا احیاء کرین، مذہبی تعلیمات کی صحیح پابندی دنیا و آخرت کے فلاح کی ضامن
ہے لیکن اسلام کوئی بولتا ہوا واعظ اور ہاتھ پکڑکر راستہ چلانے والا رہبر نہین
ہے، خود اُسکے صحیح راستہ پر چلانے کے لئے راہنما کی ضرورت ہے۔
مذہبی حکومت (خلافت) کی دعویدار اور اسلامی روحانیت کی ذمہ داری
مین ہمہمی کرنے والی ہستیون نے اپنے طرز عمل سے اس امر کو ثابت کردیا کہ اُنکا

تمام طاقتون کا مقابلہ کرکے اُن کو پسپا کردے تو یقیناً ظاہری اسباب کی رو سے اُنکی کامیابی یقینی تھی اور اُس وقت اسلام کا نقش صفحۂ وجود پر نہ آتا۔

علی بن ابی طالبؑ کی تلوار وہ تھی جس نے ہر جنگ مین کھنچکر مخالفین اسلام کے حوصلون کو پست کردیا اور اسلام کے رایت کو ہمیشہ کے لئے قائم کیا۔ اسی بنا پر علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کو کہنا پڑا تھا۔

الا انما الاسلام لولا حسامہ   کعفطۃ عنز او قلامۃ ظافر

--- • ---

(۵)

شاہراہ زندگی مین علیؑ کے نقش قدم"(۱)

اسلام عالم مین مشعل ہدایت بنکر آیا تھا۔ اُس نے زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالی اور حیات انسان کے پیچ در پیچ راستون کو اپنے واضح ہدایات سے اس طرح صاف کیا کہ کسی راہرو کے لئے راستہ بھولنا ناممکن ہوجائے لیکن وہ جبر و اکراہ کی طاقتون کو اپنے ساتھ لیکر نہین آیا تھا۔ اسلامی افراد نے اسلامی تعلیمات کو مصالح و اغراض نفسانیہ کی زد مین لاکر نظر انداز کیا اور اسکے ظاہری آداب و رسوم یا صرف اسمی و رسمی انتساب پر اکتفا کرکے اُسکے حقیقی خصوصیات اور روحانی جوہر سے دست کشی کی جس کا نتیجہ

(۱) سرفراز لکھنؤ رجب ۱۳۴۳ھ

خود اُنکے لئے نکبت و ادبار اور تمام اقوام عالم کے مقابلہ مین پست ہونے کے سوا کچھ نہ ملا، ذاتی رجحانات اور شخصی و جماعتی تصادمات نے کچھ ایسی تفرقہ اندازی کی کہ جامعۂ اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوا اور اس طرح اُسکے اوراق متفرق ہوئے کہ جنکا ایک نقطہ پر جمع ہونا مشکل سے مشکل تر ہو گیا مقصد حیات کے حصول مین صحیح جادہ سے ہٹکر راستے بھی منقسم ہو گئے اور اسلامی تعلیمات مین شخصی و قومی اغراض و رجحانات کی بدولت ایسی ترمیم و تنسیخ ہوئی کہ اُسکے اصول و حقائق خود مشتبہ لباس مین نظر آنے لگے اور ظاہر بین نگاہون مین وہ معیار ترقی ہونے کے بجائے قعر انحطاط و تنزل مین پہونچنے کا زینہ سمجھے جانے لگے۔ اسلامی جماعت کو جو روزِ بد بھی دیکھنا نصیب ہوا اُسکا سب سے بڑا باعث یہی تھا کہ اُنھون نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈالدیا اور اپنی عملی کارگذاریون کی زمام ادارت ذاتی اغراض کے سپرد کر دی اب بھی ترقی کا راز اسی مین مضمر ہے کہ وہ از سرِ نو اپنے اسلامی خصوصیات کا احیا کرین، مذہبی تعلیمات کی صحیح پابندی دنیا و آخرت کے فوز و فلاح کی ضامن ہے لیکن اسلام کوئی بولتا ہوا واعظ اور ہاتھ پکڑ کر راستہ چلانے والا رہبر نہین ہے، خود اُسکے صحیح راستہ پر چلانے کے لئے راہنما کی ضرورت ہے۔

مذہبی حکومت (خلافت) کی دعویدار اور اسلامی روحانیت کی ذمہ داری مین جا بھی کرنے والی ہستیون نے اپنے طرزِ عمل سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ انکا

اتباع کسی طرح منزلِ مقصود تک پہونچانے کا ضامن نہین ہے اسلامی راستہ پر چلانے کے لئے ایسے ہی نمونہ کی ضرورت ہے جو اسکے سچے تعلیمات کا محسوس مجسمہ اور اسکے حقیقی خصوصیات کی جیتی جاگتی تصویر ہو جس کا ہر قول پیغمبر اسلام کے ہدایات کا پابند اور جس کی ہر جنبش زبان مذہبی اسرار کی سرمایہ دار رہی ہو بیشک یہی ہستی وہ ہو سکتی ہے جس کے اقوال و افعال تاریک راستہ مین مشعل کا کام دے سکتے ہین اور جس کے دامن کا سہارا انفرادی مقصد تک پہونچانے کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

ایسی ہستی دنیا مین ایک ہی تھی جس کا نام "علی" ہے علی کہنے کو مسلمان لیکن واقع مین حقیقۃً خود اسلام تھے انکا ہر طرزِ عمل قول و فعل منشاء قدرت کا ترجمان اور اسلامی روحانیت کا مکمل نمونہ تھا، یا پھر انکی اولاد طاہرین مین اس روحانیت کا جلوہ نظر آتا ہے۔

علی کی ذات کو دنیا نے اب تک نہین سمجھا ہے اور دورِ فلک کے ہزارہا چارون کے بعد بھی انکی پوری معرفت حاصل ہونا دشوار ہے۔

علی کو دنیا اب تک دھندلی روشنی مین دیکھتی رہی ہے، ضرورت ہے کہ ذرا تاریخی واقعات کی صاف روشنی مین آنکھ کھولکر اس ہستی کا مشاہدہ کرے علی نے زندگی کے ہر شعبہ مین اپنے حکیمانہ ہدایات سے ایک روح پھونکدی ہے اور انسانی مقصد حیات کو اپنے قول و عمل کے ذریعہ سے اس طرح واضح

کیا ہے کہ شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔

علی نے مختصر جملوں میں فلسفۂ زندگی کے مشکل مسائل کو اس طرح حل کیا ہے کہ عقلیں حیران ہو کر اپنی شکست کا اعتراف کرتی ہیں۔

علی نے تہذیب اخلاق کی وہ مکمل تصویریں پیش کی ہیں جن پر انسانی شائستگی اور دنیا و آخرت کی فلاح و نجاح کا دار و مدار ہے۔

علی نے تدبیر منزل کے ایسے حدود قائم کیے ہیں جنکی پابندی داخلی ارتباط و انتظام کا معیار اور معاشرت باہمی کے خوشگوار نتائج کی ضامن ہے۔

علی نے سیاست مدن میں انصاف وعدالت کے وہ دائرے کھینچ دیے ہیں جنکے اندر اجتماعی تمدنی نظام و مصالح کے راز خصوصیت سے مضمر ہیں۔

علی نے بادشاہ ہو کر فقیروں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا اور دنیا کی باجبروت و طاقت ور ہستیوں کے غرور و تکبر کو ایک تنبیہی ٹھوکر لگائی۔

علی نے مال و دولت پر قابض ہونے کے بعد محتاجوں کی زندگی بسر کی اور اپنے ہر ذاتی سرمایہ کو مساکین کی نذر کر کے ارباب ثروت و تونگری کو بے مایہ افراد قوم کی حالت کا درد آشنا ہونا سکھایا۔ علی نے پچیس برس کی طویل مدت تک صرف حفاظت اسلام کے لئے اپنی حق تلفیوں پر صبر کیا، اس طرح نوعی مفاد کے خاطر شخصی حقوق کی قربانی کا نہ بھولنے کے قابل درس دیا۔

علی نے بیت المال کے موجود ہوتے ہوئے بھی اپنے رزق کے لیے یہودیوں

لے درختوں میں آبیاری ہی کو پسند کیا اور اس عنوان سے اہل اسلام کو مزدوری ، صنعت اور پیشہ بحدت کی محنت سے پیسہ پیدا کرنے کی بیش قیمت تعلیم دی ۔

علی نے تمام حجاز و عراق کا بادشاہ ہونے کے وقت بھی کبھی بیشم تمار کی دوکان پر بیٹھنے کو اپنے لئے کسرِ شان نہیں سمجھا اور یوں قوم ۔ . . . .
. . . . کے اعلیٰ سفید پوش طبقہ کو تجارت کی طرف مائل کرتے ہوئے دوکاندار اور تجارت پیشہ افراد کے عزت و احترام کا اشارہ کیا ۔

تاریخی اوراق ان اخلاقی جواہر ریزوں سے پر ہیں ، چشم بینا اور گوش شنوا کی ضرورت ہے ۔

سلاطین و حکام سے کہو علی کا اتباع کریں ، دنیا امن و امان اور عدل و انصاف سے معمور ہو جائے ۔ ارباب دولت سے کہو علی کا اتباع کریں ، ایمن دنیا ان شبیہ کو محتاج نہ رہے ۔ رہنمایان ملت سے کہو علی کا اتباع کریں اور امت کے دلوں میں انکی بات بجلی کی طرح تاثیر کرے اور خلوص و صداقت کے ساتھ نکلی ہوئی تعلیمات قوم کے صلاح و ترقی کی ضامن ہوں ۔ عامۂ افراد قوم سے کہو علی کا اتباع کریں مذہبی اخلاقی اقتصادی ہر قسم کی ترقی انکی دم قدم کو لگی ہوئی ہے

علی کے علمی ، عملی تعلیمات دینی و دنیوی کامیابی کے ضامن ہیں اور شاہراہ زندگی میں علی کے نقش قدم ہمیشہ لودیتے رہیں گے سالک کی ضرورت ہے ۔ والسلام

علی اتقی النقوی عفی عنہ

حجج و بیّنات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلام میں ظاہر ہوئی ہے۔ سال گذشتہ
عراق میں مشاہدہ مشرفہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت
یعنی معجزات ظاہر ہوئے اُن کے مستند تفصیلی واقعات ذاتی تحقیقات اور
مستند ذرائع سے تصدیق شدہ بیانات حاصل کر کے مرتب کر کے شائع کئے
گئے ہیں جو ارباب ایمان کے لئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے
مقابل میں صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء
مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور اُنھی کی ذاتی
تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت اور استناد و اعتبار
کی حیثیت کیلئے بہترین ضمانت ہے ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع پر اعلیٰ کاغذ و طباعت
کے ساتھ طبع ہوئی ہے اور اس میں متعدد شفا یافتہ افراد کے فوٹو بھی شامل ہیں
جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اسکے اعتبار و استناد میں اضافہ کا باعث ہوئے
ہیں۔ قیمت علاوہ محصولڈاک (عہ/)

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکرٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی سلام علیکم۔

امامیہ مشن کی دینی و تبلیغی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں اس سلسلہ میں جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے جبتک کہ ہر ہر فرد قوم تھوڑی تھوڑی قربانی نہ کرے اس کام کو تیزی کیساتھ آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ شیعیان امیر المومنینؑ کثیر تعداد میں اس تبلیغی ادارے کے ممبر بن کر ہماری تقویت کریں چندہ سالانہ کم سے کم ایک روپیہ ہے اور مومنین اس سے زائد مرحمت فرمادیں وہ انکی توفیق پر منحصر ہے اور ممبران کیلئے یہ رعایت ہوگی کہ آئندہ جو رسالے شایع ہوں گے وہ ان کو نصف قیمت پر دئے جاوینگے۔

فارم ممبری ہم سے طلب فرمائیے اور خود بھی ممبر بنئے اور دیگر مومنین کو بھی ممبر بنا کر عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہوجئے فقط

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ